کھڑکی بھر آسمان

مکمل ناول

عالیہ بخاری

عالیہ بخاری

کھڑکی بھر آسماں

ناولٹ

ایک سے لگے بندھے معمول میں چھوٹی سی بات بھی اہم واقعہ بن جاتی تھی!

یہ تو پھر بھی چونکا دینے والی خبر تھی۔

جس جس نے بھی سنا' بڑی اماں کے پاس تصدیق کے لیے دوڑا چلا آیا۔

وہ بھی خوشی خوشی "کنفرم" کیے جا رہی تھیں۔ یہ تو انہیں کافی دیر بعد پتا چلا کہ سننے والوں کے لیے یہ کوئی ایسی خوش کن خبر نہیں ہے جیسی انہیں محسوس ہوئی ہے۔



"میری بچپن کی سہیلی ہے ہرمزی' خبردار جو کسی نے اس کے آنے پر منہ بنایا۔"

رات کے کھانے پر ان کی ساری اولاد اکٹھی ہوتی تھی۔ سو انہوں نے مشترکہ تنبیہہ کے لیے یہی وقت منتخب کیا۔

"وہ کوئی ایسی گری پڑی نہیں ہے' خاصی صاحب حیثیت ہے' اتنے سالوں سے میری اور اس کی کوئی ملاقات نہیں ہوئی مگر پہلے جب بھی وہ آتی تھی سب کے لیے کس قدر تحفے تحائف لے کر آتی تھی' تم لوگوں کو تو یاد ہو گا۔" انہوں نے بطور خاص گھرانے کے سینئر افراد کو مخاطب کیا۔

دونوں صاحبزادے و بیگمات اور صاحبزادی روشن آرا' جو خاص طور پر برابر والے گھر سے بلوائی گئی تھیں۔

"اور ویسے بھی ہرمزی اور اس کی نواسی تم لوگوں کے اوپر تو کوئی بوجھ نہیں بنے گی' اس کا کھانا پینا میرے ذمے ہو گا۔"

ان سارے معزز افراد کو اماں کی بے نیازی سے کی گئی یہ بات گراں گی۔

"آپ بھی کیسی بات کرتی ہیں اماں۔"

"کوئی کھانے پینے پر اعتراض تھوڑی۔"

"یہاں بھلا کس چیز کی کمی۔"

کھانے کی وسیع میز پر' اچھی خاصی بدمزگی پھیلی۔

"ساری بات ذمہ داری کی ہوتی ہے' اب خاد

ہرمزی اگر اکیلی آرہی ہوتیں تو کوئی بات نہیں تھی مگر یہ، وہ اپنے ساتھ اپنی نواسی کو بھی لے کر آرہی ہیں تو وف...!

اس بار ذرا سلیقے سے نکتۂ اعتراض اٹھانے کی کوشش کی گئی۔ سعیدہ بڑی بہو تھیں، خود کو اماں کی قائم مقام سمجھنے میں حق بجانب، اپنی بات کے رد ہونے کا انہیں ایک بہت طویل مدت گزار لینے کے بعد بھی تجربہ نہیں ہوا تھا۔

مگر آج یہ بھی ہوگیا۔

"تو وہ اس بچی کو کہاں پھینک آئے، اسی کی خاطر تو وہ تم لوگوں کا احسان لینے پر مجبور ہوئی ہے، اکیلی جان تو وہیں کہیں پڑی رہتی ہے، صاف لکھا ہے اس نے کہ رومانہ کے تنہا رہ جانے کا خوف کسی طرح چین نہیں لینے دیتا ہے۔ اور دکھیا کا اب میرے علاوہ ہے کون، کتنے سال ہوگئے بنی دلہا کو انتقال کیے ہوئے، آخر اب تک کسی نہ کسی طرح سنبھالے ہوئے ہی تھی بچی کو۔"

اماں کی اس طویل تقریر کے دوران، دونوں بہوؤں میں آنکھوں ہی آنکھوں میں مذاکرات جاری تھے جیسے ہی وہ ذرا رکیں۔

"کچھ بھی ہو، آپ اچھی طرح سوچ لیں میں تو جوان لڑکی کو گھر میں رکھ لینے کے حق میں نہیں ہوں۔" اس بار سعیدہ بیگم کا لہجہ پہلے سے زیادہ مضبوط تھا۔

ایک مدت سے انہیں سیاہ و سفید کا مالک بنا کر اماں یوں تو اپنے سارے اختیارات سمیٹ کر بیٹھی ہوئی تھیں، مگر اس طرح کی حکم عدولی کی تاب لانا ان کے لیے ابھی بھی آسان نہیں تھا۔

"خدا کا خوف کرو سعیدہ! تین بیٹیوں کی ماں ہو کر بھی کسی بے ماں باپ کی بچی کے لیے دل میں اتنی سختی، بہرحال جتنی کسی کو بھی اعتراض ہے ہوتا رہے، ہرمزی اور رومانہ پرسوں آرہی ہیں۔"

"چلو جی قصہ ہی ختم۔"

آنکھوں میں آنسو لیے سعیدہ بیگم کھانے کی میز سے اٹھیں، ساتھ میں تینوں بیٹیاں بھی مہ وش، بینش اور سحرش۔

"آپ ٹینشن مت لیں اماں! آنے دیں ہرمزی خالہ کو اتنا بڑا گھر ہے، رہ لیں گی بے چاری کسی بھی کونے میں۔"

روشن بیگم تھیں، سو اماں کی دل جوئی ضروری سمجھی ویسے بھی ان کا گھر برابر میں سہی تھا تو الگ ہی، کسی کے آنے جانے سے ان پر کوئی اثر پڑنے والا نہیں تھا۔

"جو بھی کام ہو مجھے بتا دیں اور اسٹیشن پر انہیں لینے ایاز چلا جائے گا پرسوں۔"

انہوں نے اپنے ساتھ ساتھ بیٹے کی بھی خدمات پیش کیں، جو اس ساری افراتفری سے بے نیاز کھانے کی پلیٹ صاف کرنے میں مصروف تھا۔

"ٹھیک ہے بس اب مجھے اطمینان ہوگیا۔"

اماں نے سکون کا سانس لیا، ایاز نے تھوڑا بہت احتجاج کرنا بھی چاہا، مگر اس کی کون سنتا تھا اور بڑی اماں تو کم از کم ہرگز بھی نہیں۔

سعیدہ بیگم کو دوہرا صدمہ پہنچا تھا۔

ایک اپنی بات رد ہونے کا اور دوسرا۔

"اماں نے مجھے تین بیٹیوں کا طعنہ دیا ہے، مجھے پتہ تھا کہ وہ یہ بات دل سے لگائے بیٹھی ہیں کہ ہمارے ہاں بیٹا نہیں ہے، آج موقع ملتے ہی کہنے سے نہیں چوکیں۔"

آنکھوں میں آنسو بھر کر، وہ سعادت مرزا سے شکوہ کناں تھیں۔

"لاحول ولا!" وہ کچھ چونک کر بڑبڑائے۔ "اب اس عمر میں اس قسم کے شکوے، اماں کا ایسا کوئی بھی مطلب نہیں تھا۔ جب وقت تھا انہوں نے تو اس وقت بھی ایسی کسی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا ہمیشہ ہی بچیوں سے بے حد محبت کرتی رہی ہیں، اس طرح کی فضول باتیں تمہارے اپنے دماغ کی پیداوار ہیں۔"

ان کی رکھائی اور بھی زیادہ دل دکھانے والی تھی۔

آج کا دن ہی اچھا نہیں تھا۔

"اور جو وہ لڑکی، ہوئی خوب صورت تو اور بھی مصیبت، لڑکیوں کے رشتے ویسے ہی نہیں ملتے، یہ آگئی تو اور بھی کوئی انہیں پسند نہیں کرے گا۔"

ایک سے بڑھ کر ایک واہمے تھے۔

"اللہ مالک ہے! ہر ایک کا اپنا اپنا نصیب ہے۔"

سعادت مرزا کو اب بھی کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

"ہا... آ!" ایک ٹھنڈی سانس ان کے لبوں سے نکلی۔

عجب بدنصیبی ان کے ساتھ تھی، زمانے بھر کی عورتیں شوہروں کے سامنے اپنے سارے رونے روتی ہیں مگر یہ خوشی اور اطمینان کے لمحات ان کے مقدر میں تھے ہی نہیں۔

ناپ تلا بولنا اور ناپا تلا سننا۔

سعادت مرزا کو نہ کل بدلنا تھا اور نہ آج، سعیدہ بیگم کو ان کے چھوٹے بھائی کو دیکھ کر اور بھی حیرت ہوتی تھی، جتنی بھی دیر وہ گھر میں ہوتے، معلوم نہیں کہاں کہاں کے قصے چھیڑے رکھتے۔

"بس بھائی! اپنا اپنا مقدر ہے۔"

اگلا دن ایاز کو ہرمزی خالہ کا حلیہ ذہن نشین کرانے میں لگا۔

"لمبا قد، گورا رنگ اور کھڑا ناک نقشہ۔"

اونچی آواز میں دہراتے ہوئے، اماں کے لہجے میں ایک بڑا نمایاں سا احساس تفاخر جھلکنے لگتا، ایاز سے ضبط نہ ہو سکا تو کہہ ہی بیٹھا۔

"یہ حلیہ کچھ مشکوک سا نہیں ہے بڑی اماں، لگتا ہے جیسے کوئی ضرورت رشتہ کا ____۔"

"بدتمیز، بے ہودہ، چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز باقی رہ گئی ہے یا نہیں۔"

بڑی اماں بری طرح تلملائیں۔ دل تو چاہا تھا کہ ان لوگوں کو اسٹیشن سے گھر لانے کی ڈیوٹی بھی ایاز سے واپس لے لی جائے، مگر پھر ارادہ بدل دیا، وہ نہ جاتا پھر اور کون جاتا؟؟

پاس تینوں لڑکیوں کا گروپ بھی بیٹھا ہوا تھا، ان کو ماں کی طرف سے ہدایت ملی ہوئی تھی کہ جب بھی ایاز یا اس کی امی میں سے کوئی بھی، بڑی اماں کے پاس آکر بیٹھا ہو، انہیں بھی کسی بہانے وہیں ہونا چاہیے۔ ایاز کی بات انہیں بھی کھلی تھی مگر وہ دوسرے انداز سے۔

"نانی کی نواسی بھی تو ساتھ آرہی ہے، بمعہ خوبیوں کی مالک ضرورت رشتہ کی امیدوار بھی ہیں۔"

بڑی اماں ادھر ادھر ہوئیں تو مہ وش نے خاص طور پر ایاز کو سنانے کے لیے کہا۔

وہ بے ساختہ ہی ہنس پڑا۔ "تمہیں کیوں ڈر لگ رہا ہے۔"

"مجھے کیوں ڈر لگے گا، خوامخواہ ہی۔" وہ جھینپ گئی۔

"لڑکیاں ہمیشہ اپنے سے زیادہ خوب صورت لڑکیوں کی موجودگی میں ان کمفرٹیبل ہو جاتی ہیں۔"

"مگر یہاں تو لڑکیاں پہلے سے ہی خود زیادہ خوب صورت ہیں۔"

مہ وش بہت پُراعتماد تھی، خوب صورت تھی یا نہیں، تینوں بہنوں نے خود کو حسین تر ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا تھا۔

"اچھی خوش فہمی ہے۔"

"حقیقت ہے۔" مہ وش کی مسکراہٹ گہری ہو رہی تھی، بہت دن ہوئے، اسے ایاز کی طرف سے ایک خوب صورت سا گمان بندھا ہوا تھا۔

"چلو دیکھتے ہیں۔" وہ سر جھٹک کر مسکرا دیا۔

"دراز قد تو ہے ہی ہرمزی، مگر ایسی ہی صحت مند بھی ہے، برسوں سے دیہات میں رہ رہی ہے، خالص غذا، صاف آب و ہوا، وہ ہماری طرح یہ جدید بیماریاں نہیں لگا رکھتے ہیں گاؤں کے لوگ۔"

جس وقت ایاز، ان لوگوں کو لینے کے لیے اسٹیشن جانے کے لیے نکل رہا تھا۔ بڑی اماں نے ایک بار پھر تصویر کشی کرنا ضروری سمجھا۔

"اتنی تفصیل کے بجائے اگر وہ اپنا موبائل نمبر دے دیتیں تو کتنا اچھا ہوتا!" وہ بڑبڑایا، حالانکہ اس سوال کا جواب پہلے دیا جا چکا تھا۔ وہاں کوئی بھی فون سرے سے تھا ہی نہیں۔

"عادت نہیں ہوگی اسے، مجھے بھی تو آج تک فون

کے نمبر ملانے نہیں آتے ہیں۔"

بڑی اماں اپنے ہر اندازے کے سو فیصد درست ہونے کا یقین رکھتی تھیں' سو جو وہ کہہ رہی ہیں وہی صحیح بھی تھا۔

"اور یہ نواسی بھلا کس کام کی ہو گی پھر!" گاڑی گیٹ سے نکلتے ہوئے اس نے کچھ الجھ کر سوچا۔

گھر والوں نے گو بظاہر کسی خاص اشتیاق کا اظہار کرنے سے پرہیز ہی رکھا تھا' مگر منتظر سب ہی تھے' وہ بھی بے چینی کے ساتھ۔ ایاز کو واپسی میں اچھا خاصا وقت لگ گیا۔ بڑی اماں کے کہنے پر روشن اس کا بار بار نمبر ملاتی رہیں' مگر مل کر ہی نہیں دیا۔ بڑی مشکل سے ایک بار نمبر ملا تو شور و غل میں اس کی آواز ہی ڈھنگ سے نہیں سنائی دے رہی تھی۔

"بڑی دیر میں اور بڑی مشکل سے جا کر ملے ہیں بڑی اماں کے مہمان۔"

روشن بمشکل تمام اتنا ہی سمجھ پائی تھیں۔

"چلو مل تو گئے۔" اماں کو تسلی سی ہو گئی۔ ایک بڑی فکر رفع ہوئی تھی' مگر اب جو ایک بڑا سا سر پرائز خود چل کر ان کے گھر آیا تھا' اس کی انہیں دور دور کبھی توقع نہیں تھی۔

پچھلے آدھ پون گھنٹے سے وہ سامنے بیٹھے مہمانوں کو حیرت سے تکے جا رہی تھیں۔ بے حد کمزور' سیاہی مائل رنگت' ملگجے سے کپڑوں میں ملبوس' جنہیں چلنے کے لیے کسی نہ کسی سہارے کی ضرورت رہتی تھی۔

یہ تھیں نانی ہرمزی!

جن کی خوب صورتی' اور صحت مندی اور نہ جانے کن کن خوبیوں کے بڑی اماں نے پچھلے پورے ہفتے مستقل ترانے گائے تھے۔ ان کے ساتھ آئی نواسی پر تو انہوں نے ایک آدھ اچٹتی سی نگاہ ہی ڈالی تھی۔

چادر کو پیشانی تک کھینچے' سانولی سی لڑکی' جب سے آئی تھی' کمتی کمتی سی نگاہیں جھکائے بیٹھی تھی گھر کے سب ہی افراد آ کر باری باری جھانک کر مہمانوں کا دیدار کر چکے تھے اور اب بے حد مطمئن تھے۔

"تو یہ ہیں اماں کی سہیلی' جن کی شان میں اتنے ترانے گائے جا رہے تھے!" سعیدہ منہ پر ہاتھ رکھ کر خوب ہی ہنسی تھیں۔ ساتھ دینے کے لیے تینوں بیٹیاں موجود تھیں' بدلحاظی اور خود پسندی' ان تینوں نے اپنی والدہ محترمہ سے ہی لی تھی۔

"تمہیں تو بڑی مایوسی ہوئی ہو گی ایاز! بہت خوشی خوشی تیار ہو کر گئے تھے۔"

مہ وش نے ایاز کے چہرے پھیلی سنجیدگی سے کچھ ایسا ہی مطلب لیا تھا' مگر وہ خلاف عادت برا مان گیا۔

"ایسے کسی کی حالت کا مذاق نہیں اڑاتے ہیں' معلوم نہیں بے چاری کس مجبوری میں یہاں تک آئی ہیں۔"

وہ تینوں ایک ساتھ ہی ہنس پڑیں۔

"افوہ بہت ہمدردی ہو رہی ہے' چلو جھینپ مٹانے کا اچھا طریقہ ہے یہ بھی!"

"شٹ اپ مہ وش!" اس بار وہ تھوڑا زور سے کہہ بیٹھا۔

"اگر بولنے کی تمیز نہیں ہے تو چپ ہی رہا کرو' ضروری ہے کہ ہر بات کا جواب دو۔"

اپنی بات کہہ کر' وہ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ فوراً" ہی لاؤنج سے باہر نکل گیا۔

مہ وش چند لمحے ہکابکا سی رہ گئی' پھر ایک دم ہی رونا شروع۔

دونوں بہنوں کو اسے چپ کرانا مشکل ہو گیا۔

"ضرورت کیا تھی ایاز بھائی کے منہ لگنے کی' وہ تو ہیں ہی بدتمیز۔" دونوں بہنیں تسلی دیے گئیں۔

مہ وش کو ایاز کی بات سے زیادہ اپنے یقین کو ٹھیس پہنچنے پر دکھ ہوا تھا۔

"ایاز اس پر دل و جان سے مرمٹا ہے!" اس کی خوش اخلاقی کے مظاہروں پر' وہ خود بخود ہی یہ بات فرض کیے ہوئے تھی۔

اندر بڑی اماں کے کمرے میں' وہی ایک گھسی پٹی سی روایتی کہانی دہرائی جا رہی تھی۔ سنگ دل رشتے داروں کی سازشیں' بے ایمان منشی اور مزارعوں کی ہیرا پھیریاں۔

اور سب سے بڑھ کر نامہربان وقت۔

اکیلی عورت کا جو حال ہو سکتا تھا' وہی نانی ہرمزی کا بھی ہوا تھا۔

بڑا سارا کشادہ گھر' ٹکڑوں میں بٹتے بٹتے محض ایک کمرے اور چھوٹے سے دالان تک ہی ان کی ملکیت میں باقی بچا تھا۔

"میں تو جیسے تیسے یہ آخری گھڑیاں بھی وہیں کاٹ لیتی' مگر اس لڑکی کی فکر!" رومانہ واش روم میں تھی جب نانی ہرمزی نے ساری کہانی کو وائنڈ اپ کیا۔

"جنہوں نے کوڑی کوڑی کو محتاج کر دیا ان پر کیسے بھروسا کرتی' ایسے میں ایک تمہارا ہی سہارا' کمائی' یا' سو یہ بوجھ تم پر ڈالنے کے لیے لے آئی۔"

"ہاں آں' اچھا کیا نا' بہت اچھا کیا۔"

بڑی اماں نے گڑبڑاتے ہوئے' بات کو سنبھالنا چاہا' صورت حال' ان کی امید کے اس قدر برخلاف نکلی تھی کہ حد نہیں۔

نرم دلی اور خدا خوفی اپنی جگہ' مگر بدلتے ہوئے زمانے نے تھوڑا سا "اسٹیٹس کانشس" نہیں بھی کر ہی دیا تھا۔

سارے گھر والوں پر جو ایک دھاک انہوں نے اپنی سہیلی کی آمد پر بٹھائی تھی' وہ بالکل ہی ریت کا محل ثابت ہوئی تھی۔

گھر والوں کا ایک اپنا طرز زندگی تھا' جس میں ہر بات ہر رشتہ نپے تلے کلیہ قاعدے سے چل رہا تھا۔

ملنے جلنے والوں سے لے کر' گھر کے ملازمین تک کا انتخاب ایک مخصوص "اسٹینڈرڈ" کے تحت ہوتا تھا' اب یہ مفلوک الحال نانی ہرمزی بھلا کسی خانے میں فٹ ہوتی تھیں۔

بڑی اماں کا سوچ سوچ کر سر چکرانا شروع ہو چکا تھا۔ ملازمہ دو بار آ کر کھانے کا پوچھ چکی تھی' تیسری بار آئی تو بڑی اماں نے ایک فیصلہ کن نگاہ نانی ہرمزی کے سستے سے ہوائی چپلوں اور رومانہ کے سہمے سمٹے وجود پر ڈالتے ہوئے کھانا یہیں کمرے میں لے آنے کی ہدایت دے ہی دی۔

"یہاں کمرے میں؟" وہ حیرت سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

"ہاں کارپٹ پر دسترخوان بچھالو، کیوں ہرمزی ٹھیک ہے نا۔" انہوں نے "مزونا" تائید چاہی۔

"ہاں یہیں اچھا ہے، ہمیں تو ویسے بھی میز پر بیٹھنے کی عادت کہاں ہے۔" انہوں نے فوراً" ہی ہاں میں ہاں ملائی، دل ہی دل میں اپنی سہیلی کی وسیع القلبی پر خوش بھی ہوئیں جنہوں نے ان سے پوچھ لینا ضروری سمجھا تھا۔

"برآمدے میں جو کونے والا کمرہ ہے۔ اس کو ٹھیک ٹھاک کر کے یہ سامان وہاں لے جا کر رکھ دو۔"

جس وقت ملازمہ کھانا لے کر آئی، بڑی اماں نے دوسرا حکم صادر کیا۔

اس اتنے بڑے گھر میں چند اور بھی کمرے خالی تھے مگر یہ کمرہ سب سے ہی فالتو تھا۔

نانی ہرمزی اور رومانہ کی حیثیت کا تعین خود بخود ہی ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

وہ وقت جو نانی ہرمزی اور رومانہ کے انتظار میں کاٹے نہیں کٹ رہا تھا۔ ان کی آمد کے بعد جیسے پر لگا کر اڑ رہا تھا۔

ہفتہ اور پھر مہینہ بھی گزر گیا۔

بڑی اماں نے پہلے ہی دن جو سارے "پروٹوکول" ختم کرنے کا اشارہ دیا تھا، اس کے بڑے ہی مثبت نتائج سامنے آ رہے تھے۔

گھر والوں کو ان دونوں سے گھلنے ملنے میں اب ذرا بھی تکلف نہیں رہا تھا۔

"رومانہ ذرا روٹی بنالو۔"

"کچن صاف کرلو یا پھر استری" یا یا۔۔۔۔

بڑی اماں کی دونوں بہوؤں کے میکے سے کوئی نہ کوئی آیا رہتا تھا۔ لڑکیوں کی سہیلیاں، سعادت مرزا اور ان کے چھوٹے بھائی شوکت مرزا کے ملنے والے، اس ساری مہمان داری کو ہینڈل کرنے کے لیے بھی ہر وقت کسی نہ کسی کی ضرورت رہتی تھی، نانی ہرمزی بھی اپنی تمام تر ناتوانی کے باوجود کچھ نہ کچھ کرتی رہتیں۔

بیٹھے بیٹھے سبزی کاٹ لی، دھلے ہوئے کپڑے تہہ کر کے رکھ دیے اور جو کسی دن برتن دھونے والی ماسی نہیں آئی تو رومانہ کی نگاہ بچا کر، چپکے سے کچن میں جا کر برتن بھی دھو لیتیں، اور ساتھ ساتھ بہت عاجزی کے ساتھ دل ہی دل میں اللہ کا شکر بھی ادا کیے جاتیں جس نے جوان نواسی کے ساتھ انہیں دربدر ہونے سے بچا لیا تھا اور یہ ایک عزت کا ٹھکانہ انہیں نصیب ہو گیا تھا۔

ابھی چند سال پہلے تک، ان کی ساری زندگی کس خوش حالی کے ساتھ بسر ہوتی آئی تھی، اس کا ذکر بھی کبھی لبوں پر نہیں آتا۔

صابر رومانہ بھی تھی مگر اتنی نہیں۔

"کیا تھا نانی! اگر ہمارے حالات اتنے نہیں بگڑتے ساری آزمائشیں ہمارے ہی لیے تھیں کیا؟"

رات گئے چارپائی پر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی، کسی کسی دن وہ اسی طرح بے حد اداس ہو جاتی تھی۔

نانی غنودگی میں تھیں، بڑی دیر سے بس ہوں ہاں کر کے اس کی باتوں کا جواب دے رہی تھیں، رومانہ کو شک تھا کہ وہ ڈھنگ سے اس کی کوئی بات سن بھی نہیں رہی ہیں، مگر وہ تو جیسے تڑپ کر اٹھ بیٹھیں۔

"اللہ سے توبہ کر روما! ایسی کون سی آزمائشیں اس نے تیرے حصے میں ڈال دیں، دل و دماغ ہاتھ پاؤں سب سلامت ہیں، جو وہ کہیں اندھا، لنگڑا کر کے نہیں ڈال دیتا، نہ دماغ کام کرتا، نہ زبان میں ایک لفظ ہی ادا کرنے کی طاقت رہ جاتی، تو پھر کیا پس و پیش چلتا اس کے آگے، لوگ دس معذوریاں لے کر بھی جیتے ہیں آخر اس کی رضا کے لیے۔"

ان کے لہجے اور الفاظ میں، ایسی شرمندہ کرنے والی تاثیر تھی کہ رومانہ بے چاری کہہ کر پچھتائی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا نانی!" وہ کچھ صفائی میں کہنا چاہ رہی تھی مگر نانی کی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی۔

"ماں باپ، اللہ کی مرضی اس نے لے لیے، مگر تم اکیلی کے ساتھ ہی تو یہ نہیں ہوا، تم نے تو پھر ماں باپ کی محبت کو دیکھا، محسوس کیا ہے، کچھ نہ کچھ کمی میں نے بھی پوری کی ہی ہے اور وہ جو یتیم خانوں میں ننھے ننھے بچے پل رہے ہیں، وہ ممتا کو کہاں ڈھونڈتے ہیں؟"

رومانہ نے تھک کر خود کو تکیہ پر گرا لیا۔

نانی بولے گئیں۔

اس کی ناشکر گزاری کے جواب میں جو تصویر کشی وہ کر رہی تھیں، رومانہ کو شرمندہ کرنے کے لیے کافی تھی۔

"معاف کر دیں اللہ میاں، آئندہ ایسی باتیں نہیں کروں گی۔" وہ رضائی میں منہ دے کر آئندہ کے لیے خود کو مضبوط بنانے کا عہد باندھتی رہی مگر اس طرح کے عہد چند دن سے زیادہ نہیں چل پاتے تھے۔

کوئی نہ کوئی دل دکھاتی بات ہو ہی جاتی اور پھر وہی دبا دبا سا شکوہ۔

سب سے زیادہ آرام اس سے سعیدہ بیگم کو مل رہا تھا، کبھی کبھی جو گھریلو کاموں کا ہلکا سا بھی پریشر ان کی بیٹیوں پر آنے لگتا تھا، اب اس کا قطعی خاتمہ ہو چکا تھا۔

رومانہ جو تھی۔

ایک اچھی بات یہ بھی تھی کہ وہ بس اپنے کام سے کام رکھا کرتی تھی، گھر میں ایاز کے علاوہ بھی رشتے دار لڑکے لڑکیاں آتے رہتے تھے، مگر وہ ان لوگوں کے سامنے آنے سے اجتناب ہی کیا کرتی تھی، کچن میں مصروف رہتی اور فارغ ہوتی تو اپنے کمرے میں۔

"لڑکی بہرحال بری نہیں ہے۔ آج کل کی لڑکیوں والی تیزی نہیں ہے اس میں۔"

سعیدہ بیگم نے اپنے سے چھوٹی نادرہ سے کہا۔ یہ بھول کر کہ "آج کل" کی تین لڑکیاں تو خود ان کی اپنی بیٹیاں ہیں۔

"آج بھی اس نے خود کو اس سب سے الگ ہی رکھا ہوا ہے؟" انہوں نے بڑے ہال کی طرف اشارہ کیا، جہاں سحرش کی سالگرہ کا ہنگامہ جاری تھا خاندان کے قریبی لوگ مدعو تھے، خاص طور پر لڑکے لڑکیاں۔

نادرہ نے ان کے چہرے پر پھیلی طمانیت پر ایک نگاہ ڈالی اور پھر ہلکے سے بولی۔

"پھر بھی ہے بھابھی! ایک مستقل رسک تو ہم نے گھر میں پال ہی لیا ہے۔ آج کل کسی کا بھی بھروسا نہیں کیا جا سکتا ہے!"

"ارے نہیں، تم بے کار کے وہم مت پالو، نانی نواسی بالکل بے ضرر ہیں، میں اچھی طرح اطمینان کر چکی ہوں!" سعیدہ نے بہت لاپروائی سے ہاتھ ہلایا۔

چھوٹے موٹے سارے وسوسے ان کے دل سے نکل چکے تھے، محض کھانے اور رہائش کے بدلے، وہ لوگ ان کے گھر کے کتنے ہی کام سنبھال چکی تھیں۔

پچھلے ماہ گھر کے دو ملازم، برخاست کر کے، انہوں نے ایک اچھی خاصی رقم بچت کی مد میں بھی حاصل کر لی تھی نادرہ کے چہرے پر پھیلی پریشانی کو نظر انداز کر کے وہ خود بھی ہال کی طرف چل دیں۔

نادرہ کو وہم پالنے کا خبط تھا۔

"ہاں نہ بچہ، سارا دن فرصت ہی فرصت، خالی دماغ یوں ہی ادھیڑبن میں لگا رہتا ہے۔"

سعیدہ نے دل ہی دل میں اس کے بارے میں اپنا پرانا تجزیہ ایک بار پھر دہرایا۔ کیک کٹنے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی۔

رومانہ کی مصروفیت عروج پر تھی۔

صبح سے لگے لگے یہ وقت ہونے کو آیا تھا، تھوڑے سے ہی کباب تلنے کے لیے باقی رہ گئے تھے، جب اسے کچن کے دروازے پر آہٹ سنائی دی۔

"واجد! ذرا ٹرالی پر سے ایک خالی ڈش تو اٹھا کر دینا۔"

اوپر کے کام کے لیے جو نوعمر سا لڑکا گھر میں تھا، رومانہ کو اسی کا گمان گزرا تھا۔

"اور دیکھو، یہ تھوڑی سی پلیٹیں اور ہیں، انہیں بھی صاف کر لو، کیا پتہ کم پڑ جائیں، لوگ تو اچھے خاصے آ

گئے ہوں گے۔" عقب سے برھائی گئی ڈش کو تھامتے ہوئے اس نے دوسری ہدایت دی۔

جواباً "خاموشی ہی رہی۔ واجد سارا دن بولتا تھا، رومانہ کو تھوڑی سی حیرت ہونے لگی۔

"کیا ہوا، کسی نے کچھ کہہ دیا کیا؟" آنچ بالکل ہلکی کرتے ہوئے، اس نے تھوڑا مڑتے ہوئے پیچھے دیکھا۔

کوئی پچھلی دیوار کے ساتھ والے کاؤنٹر کے ساتھ کھڑا پلیٹیں صاف کر رہا تھا۔

"آپ۔!"

یہ ایاز تھا۔

"آپ کیوں صاف کر رہے ہیں۔ رہنے دیں پلیز!" وہ بڑی شرمندہ سی ہوئی بے ساختہ ہی ایک قدم آگے بڑھی۔

"آپ نے ہی تو کہا تھا کہ یہ پلیٹیں صاف ــــــ"

"میں نے آپ کو نہیں دیکھا تھا۔" رومانہ نے جلدی سے بات کاٹی "میں سمجھی واجد ہے" "آپ چھوڑ دیں یہ میں کر لوں گی آپ جائیں اندر۔"

وہ تھوڑا سا اور آگے بڑھ کر ایاز کے ہاتھوں سے پلیٹ لیتے ہوئے بولی۔

ایاز کا ایک چھوٹا سا مذاق اس کے لیے گھبراہٹ کا سبب بن رہا تھا۔

"مگر یہاں کسی کو تو آپ کی مدد کے لیے ہونا چاہیے میں اندر سے کسی لڑکی کو بھیج دیتا ہوں یہاں؟" کچن کے دروازے تک پہنچ کر وہ ایک بار پھر رکا۔

"بہت شکریہ، مگر مجھے یہاں کسی کی ضرورت نہیں ہے؟" بہت واضح الفاظ میں رومانہ نے، اس کی اس پیش کش کو مسترد کیا۔

"اچھا۔" وہ آگے کچھ اور کہنے کو ہوا، مگر پھر ارادہ بدل کر خاموشی سے باہر نکل گیا۔

اندر بڑے کمرے میں بے حد خوش کن لمحات اترے ہوئے تھے، ہنسی شور، میوزک سارے قریبی کزنز جمع ہوتے تو وقت یوں ہی پر لگا کر اڑا کرتا تھا۔

وہ کسی طرف بھی توجہ دیے بغیر سامنے دیوار کے ساتھ لگے صوفے پر جا بیٹھا۔

مہ وش اور اس کی دونوں بہنیں، آج خود کو حسین تر سمجھنے میں حق بجانب تھیں، بیوٹی پارلر کے مستقل چکر اور آج تو آدھا دن وہیں نکلا تھا، ہزاروں روپوں پر پانی پھیر لینے کے بعد وہ تینوں بے حد مطمئن تھیں۔

آنے والی رشتے دار لڑکیوں سے ان کا کانٹے کا مقابلہ ہر گیدرنگ میں رہتا تھا۔

لڑکیوں کے گروپ سے ایک زوردار قہقہہ بلند ہوا تو ایاز کچھ چونک کر اس طرف دیکھنے لگا۔

قیمتی لباس اور میک اپ سے رنگے ہوئے چہروں والی، وہ ساری لڑکیاں، کتنی محفوظ و مامون دکھائی دے رہی تھیں اور اس ساری خوش بختی کے لیے انہیں کوئی تگ و دو نہیں کرنی پڑی تھی۔

یہ فیور انہیں تقدیر نے دیا تھا۔

گوشت پوست کے، ایک ہی طرح کے دھڑکتے ہوئے دلوں والے انسانوں کی تقدیروں میں کس بلا کا تضاد تھا!

چند قدم کے فاصلے پر کچن میں، ڈھیروں کام کے بیچ گھری رومانہ کو دیکھ کر اسے آج بھی ویسی ہی تکلیف پہنچی تھی، جیسے اس روز، جب اس نے پہلی بار اسے اسٹیشن پر کھڑا دیکھا تھا اپنے مختصر اسباب کے ساتھ، بڑی مضبوطی کے ساتھ نانی ہرمزی کا ہاتھ تھامے ہوئے، وہ اس طرح سہمی ہوئی کھڑی تھی، جیسے کھو جانے کا ڈر ہو، محض چند لمحوں کے لیے اس نے نگاہ اٹھا کر ایاز سے آنکھیں چار کی تھیں۔ مگر اس کی آنکھوں میں جمی اداسی اس دن بھی اتنی ہی نمایاں تھی، جتنی آج۔

اس پُر آسائش گھر میں رہتے ہوئے بھی رومانہ جیسی سیدھی سادی لڑکی کے لیے، خوش ہونے کا کوئی چھوٹا سا بھی بہانہ نہیں تھا۔

ایاز کو یک بارگی، گھر والوں کی بے اعتنائی پر ایک رنج بھری خفگی گھیرنے لگی۔

کچھ لوگوں کا کوئی حق، کوئی فرض، کسی کے ذمہ نہیں

ہوتا ہم نہیں یوں ہی ان کے حال پر چھوڑ کر احسان کمایا جاتا ہے' نانی ہرمزی اور رومانہ بھی ان ہی لوگوں میں تھیں۔

سب سے پہلے مہ وش نے اسے اس طرح الگ تھلگ سا بیٹھا دیکھ کر نوٹس لیا۔

"کیا ہوا ایاز' ادھر آ کر بیٹھو نا سب کے ساتھ۔" بہت دن پہلے والی لڑائی کو وہ بھولی تو نہیں تھی' مگر ایاز کے ساتھ زیادہ دن تک اس کی خفگی چلنے والی بھی نہیں تھی۔

"نہیں ٹھیک ہوں بس یہیں۔"

مہ وش کو غلط اندازے لگانے میں کمال حاصل تھا ایاز کی رکھائی کو بھی' وہ اس کی ادا ہی سمجھی' مسکراتے ہوئے بصد اصرار کے گئی' مگر اس کا واقعی دل نہیں چاہ رہا تھا۔

مہ وش کو لڑکیاں آواز دینے لگیں تو وہ مایوس سی ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

خاندان میں اس کی اور ایاز کی متوقع منگنی کی افواہیں پھیلنا شروع ہو چکی تھیں اور ان افواہوں کو ہوا دینے والی' دونوں بیٹیاں خود ہی تھیں!

"آپ کیا سوچ رہے ہوں گے سب' ایاز کو اس طرح منہ بنا کر بیٹھا دیکھ کر۔"

مہ وش کو سوچ سوچ کر ٹینشن ہو رہی تھی۔

مگر صد شکر کہ کیک کٹنے کے وقت پر وہ خود ہی بنا کسی کے اٹھ کر ٹیبل کے نزدیک آ کھڑا ہوا۔ ایک فخریہ سی مسکراہٹ' مہ وش کے چہرے پر آ ٹھہری سب ہی لوگ اکٹھے ہو چکے تھے۔

ادھر ادھر کمروں میں محفل جما کر بیٹھے ہوئے بڑے بھی تھوڑی دیر کے لیے اندر ہال میں آ چکے تھے۔

بڑی اماں' دونوں ماموں' سعادت مرزا اور شوکت' دونوں ممانیاں' خاندان کے کچھ اور لوگ اور یہاں تک کہ نانی ہرمزی بھی' مہ وش کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔

اتنے سارے محبت کرنے والوں کی موجودگی سے بڑی خوش نصیبی اور کیا ہو گی بھلا۔

"چلو بھئی اب دیر نہ کرو کیک کاٹو۔" بڑی اماں کا محبت بھرا حکم صادر ہوا۔

تب ہی ایاز سے نہ رہا گیا۔

"ایک منٹ رکو۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے مہ وش کو روکنے کے لیے کہا "رومانہ کو بھی تو بلاؤ وہ بے چاری تو وہیں کچن میں ہو گی' جاؤ واجد رومانہ باجی کو بلا کر لاؤ۔"

واجد' جو کیک کٹتا دیکھنے کے لیے وہیں کھڑا تھا' خوشی خوشی دوڑ گیا۔

یہ بڑی بے موقع یاد دہانی تھی۔ جو ایاز نے کرائی خاندان میں کئی لوگوں کے لیے ابھی تک یہ نام اجنبی تھا' سو انہوں نے بہت اشتیاق سے ادھر ادھر دیکھا سعیدہ بیگم اور ان کی بیٹیوں کی خجالت بڑھنے لگی۔

"کس قدر بے تکی بات کی تھی ایاز نے۔"

گو رومانہ کی معمولی شکل و صورت سے کوئی ایسا ویسا اندیشہ تو نہیں تھا۔ مگر پھر بھی تھی تو آخر لڑکی ہی' ایاز کا اسے اس طرح سرِ محفل اہمیت دینا سب ہی کو بے حد برا لگا تھا۔

نادرہ سے نگاہیں ملیں تو اس کے چہرے پر پھیلی طنزیہ سی مسکراہٹ' پر جھینپ کر سعیدہ بیگم نے نگاہ چرا لی۔

"آ جاؤ روما! ادھر آ جاؤ' تم وہاں کچن میں کیوں گھسی ہوئی ہو۔"

بڑی اماں اسے آتا دیکھ کر بہت خوش ہو کر بولیں۔ انہیں ایاز کا اسے بروقت یاد کر لینا بہت اچھا لگا تھا' یہ کام تو خود ان کے کرنے کا تھا۔

"دماغ حاضر ہی نہیں رہتا' اچھا ہی ہوا' جو ایاز نے رومانہ کو بلانے کا کہہ دیا' ہرمزی بے چاری کے دل کو کیسی ٹھیس پہنچ رہی ہو گی اسے یہاں نہ دیکھ کر۔" گھر میں وہی تھیں' جنہیں بہرحال تھوڑا بہت نانی ہرمزی کا خیال رہتا تھا۔

رومانہ نہ جانے کس دل سے یہاں تک آئی تھی' اتنی ساری نگاہوں کی زد میں خود کو پا کر' سمٹی سمٹی سی ایک طرف کو کھڑی ہو گئی۔ وہاں موجود لوگوں کی توجہ

کل لو دلور کا کھیل تھی۔ نہ چاند چہرہ' نہ ستارہ آنکھیں' نہ شوخی' نہ ہی کوئی اور چک بک۔

ایک سرسری سی نگاہ اس پر ڈال کر سب ہی دوسرے لمحے اسے بھول بھی گئے۔

تھوڑی دیر وہاں موجود رہی' پھر خاموشی سے کس وقت وہاں سے نکلی' کسی نے بھی نہیں دیکھا سوائے ایک ایاز کے۔

"تمہیں کیا ضرورت تھی آخر' اس لڑکی کو خاص طور پر بلوانے کی۔"

روشن آرا نے چائے کی پیالی تھماتے ہی اس کی کلاس لینی شروع کی' آج چھٹی تھی اور رات کی پارٹی کے بعد' وہ خلافِ عادت دیر سے سو کر اٹھا تھا۔

"خبر ہے وہاں سب نے کس قدر برا مانا ہے۔ خاص طور پر سعیدہ بھابھی اور ان کی تینوں بیٹیوں نے۔" یہ اطلاع تھی یا دھمکی۔

ایاز نے لاپروائی سے میز پر رکھا اخبار اٹھایا اور اسے پھیلاتے ہوئے بولا۔

"برا ماننے کی کیا بات ہے۔ ان لوگوں کو خود خیال کرنا چاہیے تھا' نہیں آیا' سو میں نے یاد کرا دیا۔"

"یہی تو کہہ رہی ہوں' تمہیں کیا ضرورت تھی خاص طور پر رومانہ کو بلوانے کی' سارے قریبی رشتے دار تھے کیا سوچا ہو گا انہوں نے۔" وہ اس کی بے وقوفی پر اور بھی جھنجلا گئیں۔

"اتنی سی بات پر کیا سوچا جا سکتا ہے امی! اور اگر کوئی کچھ سوچتا ہے تو خرابی اس کی اپنی ذہنیت میں ہے ایک لڑکی بے چاری سارا دن سے کام میں لگی ہوئی ہے' اتنے لوگوں کے لیے کتنی دیر کھڑے ہو کر اس نے پکایا ہو گا' مگر کوئی اسے اخلاقاً بھی سب کے ساتھ شامل ہونے کو نہیں کہتا' یہ تو بہت ہی اخلاق سے گرا ہوا رویہ ہے۔"

تنگ ہو کر اس نے بات صاف کرنا چاہی۔ روشن آرا نے ایک گہری نگاہ ایاز کے چہرے پر ڈالی۔

"وہ لوگ نانی ہرمزی اور رومانہ کے ساتھ کیسا رویہ رکھتے ہیں' یہ ان کا مسئلہ ہے۔ تمہیں دخل دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتی تمہارے حوالے سے ایسی ویسی باتیں اٹھیں اور جبکہ خاصی امید ہے کہ تمہارا اور مہ وش کا رشتہ طے پا جائے گا۔"

ان کے لہجے میں تنبیہ تھی۔

سعیدہ نے رات ہی انہیں اپنی ناگواری کا احساس دلا دیا تھا اور یہ بھی کہ ان کی لاڈلی مہ وش کتنی حساس ہے۔

ان کے خیال میں اتنا کہہ لینا کافی تھا' ایاز کو مہ وش ٹھیک ٹھاک پسند تھی اور جب بھی یہ ذکر ہوتا تھا وہ مسکرا کر یوں ہی مبہم سی تائید بھی کر دیتا تھا۔

مگر یہ سب نانی ہرمزی کی آمد سے پہلے کا قصہ تھا اس وقت اس کی پیشانی پر پڑتے بل' کچھ اور ہی کہانی سنا رہے تھے۔

"مگر اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی کوئی رشتہ خطرے میں پڑتا ہے امی! تو پھر بہتر یہی ہے کہ وہ رشتہ قائم ہی نہیں کیا جائے۔" بے حد رکھائی سے کہتے ہوئے وہ اخبار سمیٹ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

روشن دم بخود سی اسے جاتا ہوا دیکھے گئیں' ایک بالکل ہی معمولی سی لڑکی کے لیے وہ کتنا آگے جا چکا تھا۔

مارے گھبراہٹ کے ان کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے۔

معلوم نہیں کس لمحے میں وہ اس لڑکی کے جال میں پھنسا تھا۔ انہیں سب سے زیادہ غم اپنی بے خبری کا ہو رہا تھا۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ ساری مروت بالائے طاق رکھ کر' ابھی برابر والے گھر سے نانی ہرمزی اور رومانہ کو نکال کر باہر کریں' مگر شاید اس طرح بات اور بگڑ جاتی' بہتر تھا کہ بڑی اماں کو اعتماد میں لے لیا جاتا۔

یہ مصیبت ان ہی کی مدعو کی ہوئی تھی' سو وہی اسے رخصت بھی کر سکتی تھیں' بنا کسی مزید نقصان کے ہونے سے پہلے۔

صبح سے سہ پہر تک کا وقت انہوں نے بڑی مشکل سے کاٹا' رہ رہ کر رومانہ کی سادہ سی صورت نگاہوں میں گھومتی رہی' حالانکہ ایمان داری کی بات تو

تھی کہ انہیں مہ وش بھی کوئی خاص پسند نہ تھی' اس کی نازک مزاجی سے وہ ہمیشہ ہی خائف ہوتی تھیں' مگر اب رومانہ کے مقابلے میں تو وہی مہ وش انہیں اتنی اچھی لگ رہی تھی کہ کوئی حد نہیں' اور کچھ نہیں تو ان کے بھائی کی بیٹی تو تھی ہی۔

بڑی اماں کے سامنے اپنی فریاد پیش کرتے ہوئے انہوں نے اسی جملے کو بنیاد بنایا تھا۔

"اپنا خون پھر اپنا خون ہوتا ہے اماں' ایاز کی جاب کتنی اچھی ہے' میں تو نہیں برداشت کر سکتی کہ کوئی غیر لڑکی آکر عیش کرے!"

بڑی اماں دوہری حیرت میں مبتلا تھیں۔ ایک تو رومانہ کے متعلق اتنی بڑی غلط فہمی کے پل جانے پر اور دوسرے' بہن کی بھائی کے لیے اچانک پھوٹ پڑنے والی محبت پر۔

ورنہ آج تک تو وہ' روشن آرا کے منہ سے بھائیوں کی شکایت ہی سنتی چلی آرہی تھیں۔

اس وقت بڑے نے یہ نہیں کیا اور کبھی چھوٹے نے انہیں دینے لینے میں کنجوسی کا مظاہرہ کیا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔ شکایتوں کا' بڑی اماں اصل مسئلے کو بھول کر دوسری طرف جا نکلیں۔

"مگر روشن! انہیں تو مہ وش ایسی کوئی خاص پسند نہیں تھی' میں تو کب سے کہہ رہی تھی کہ باقاعدہ منگنی کردو دونوں کی۔"

"اماں!" روشن نے بے اختیار ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ "آپ ان لوگوں کو یہاں سے بھجوانے کا بندوبست کریں سب سے پہلے اور بس۔"

"کہاں بھیج دوں بے چاریوں کو' ان کا کوئی ٹھکانا ہوتا تو وہ یہاں کیوں آتیں' پڑی ہیں ایک طرف اور مفت کی روٹیاں نہیں توڑ رہیں' سارا گھر سنبھال رکھا ہے' تمہیں اتنی فکر ہے تو ایاز کو یہاں آنے جانے سے منع کردو۔"

بڑی اماں سے اتنا بڑا ظلم ممکن نہیں تھا' وہ بھی محض ایک مفروضے پر۔

روشن خفا ہو کر چلی بھی گئیں تو انہوں نے کچھ ایسی پروا نہیں کی' اس طرح کی خفگیاں' زندگی کا حصہ تھیں۔

مگر بات ختم نہیں ہوئی تھی۔

چند دنوں میں ہی انہیں اندازہ ہو گیا کہ مخالف کیمپ میں لوگوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔

تینوں لڑکیاں۔

نادرہ' سعیدہ۔

سعیدہ بیگم کو گھر کی طرف سے ایسی بے فکری پہلی بار نصیب ہوئی تھی' سو وہ رومانہ اور نانی ہر مرتبہ کو یہاں سے بھیج دینے پر تو زور نہیں دیتی تھیں مگر رومانہ کو نیچا کر رکھنے کی شدت سے حامی تھیں۔

چند دن تک تو رومانہ نے دھیان نہیں دیا مگر پھر احساس ہونے لگا۔

لڑکیاں پہلے ہی اسے کم سے کم لفٹ دیا کرتی تھیں مگر اب تو رسمی سی بات چیت سے بھی گریز کرنے لگی تھیں۔ بس جس وقت اسے کوئی کام بتانا ہوتا تو مخاطب کر لیا کرتیں' نادرہ پہلے دن سے اس سے خائف تھی سو وہ تو سرے سے بات ہی نہیں کیا کرتی تھیں' باقی رہ گئیں سعیدہ' کچن کے کاموں کی وجہ سے سب سے زیادہ تعلق اس کا ان ہی سے رہتا تھا۔ کچھ دن پہلے تک رومانہ کو لگتا تھا کہ شاید وہ انہیں خوش رکھنے میں کسی حد تک کامیاب ہو گئی ہے۔

مگر یہ بھی شاید ایک غلط فہمی ہی تھی۔

اس روز سخت سردی کی پروا کیے بغیر آدھے سے زیادہ دن اس نے کپڑے دھونے میں لگا دیا۔

کپڑے دھونے والی ماسی کئی دن سے نہیں آرہی تھی اور ایک ڈھیر تھا میلے کپڑوں کا جو روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔

سعیدہ بیگم آتے جاتے اسی پریشانی کا ذکر کیے جاتیں' سو اس نے ہمت کر ہی لی' نانی نے ساتھ لگنا چاہا تو انہیں سختی سے منع کر دیا۔ سردی کے دن تھے' انہیں ٹھنڈ لگ جاتی تو اور لینے کے دینے پڑ جاتے۔

سعیدہ بیگم آتے جاتے چپ چاپ دیکھے گئیں اور جب وہ اس سارے کام سے فارغ ہو کر اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی' تو تیز قدموں سے چلتی ہوئی وہیں پچھلے برآمدے میں آکھڑی ہوئیں۔

"دھل گئے سب کپڑے؟"

"جی آنٹی! سارے ہی دھل گئے۔"

حالانکہ وہ بہت تھک چکی تھی اور اتنا وقت پانی میں کھڑے رہنے کی وجہ سے ہاتھ پاؤں بھی ٹھنڈے ہوئے جا رہے تھے۔ پھر بھی ایک خوش امیدی کے ساتھ اس نے ان کی طرف دیکھا' شاید بہت دن بعد وہ آج اس کی تعریف کر ہی دیں۔

"کیا ضرورت تھی سارے کپڑے دھونے کی' ماسی آج نہیں تو کل آ ہی جائے گی' اس چکر میں اب تک روٹی بھی نہیں پک پائی ہے' سب لوگ کھانے کے لیے بیٹھے ہیں۔"

اپنی بہالی کی ذرا سی بھی شرم کیے بغیر' انہوں نے اس کی دن بھر کی محنت پر گھڑوں پانی پھیرا' رومانہ کے چہرے پر سایہ سا آکر رہ گیا۔

"بھلا کس گدھے نے کہا ہے کہ توقعات ضرور ہی باندھو اور وہ بھی اس گئی گزری اوقات پر۔" بہت مشکل سے آنکھوں میں آتے آنسو روک کر اس نے اپنے آپ کو سرزنش کی۔

"کوئی بات نہیں بھابھی! روٹی ہم بازار سے لا دیتے ہیں' رومانہ بھی تھک گئی ہوگی۔"

معلوم نہیں کہاں سے شوکت مرزا نکل آئے تھے' مخاطب سعیدہ بیگم سے تھے' مگر لگاوٹ بھری نگاہیں رومانہ پر جمی ہوئی تھیں۔

ان کی آواز پر اس کی جھکی ہوئی نگاہ اٹھی اور گھبرا کر پھر جھک گئی۔

شوکت مرزا کی نگاہوں کا گدلا پن اس سے چھپا ہوا نہیں تھا' اتنے عرصے بعد وہ ان کا خود کو تاکنا پہچان چکی تھی۔

"میں ابھی پکا لیتی ہوں آنٹی! ذرا کپڑے بدل لوں۔"

دفعتاً ہی اسے خیال آیا تھا کہ آدھ گیلے ہوتے کپڑوں میں یہاں کھڑے رہنا مناسب نہیں اور وہ بھی جب کہ شوکت مرزا بھی سامنے ہی موجود تھے۔

"پہلے روٹی پکالو' کپڑوں کا کیا ہے' چولہے کے سامنے بھی سوکھ جائیں گے۔"

سعیدہ بیگم نے ایک نگاہ شوکت مرزا کے "اشتیاق" پر ڈالتے ہوئے پہلے سے بھی زیادہ رکھائی برتی۔

ان کے حکم کے سامنے' دم مارنے کی ہمت تو نہیں تھی' مگر اس وقت کرنی پڑی۔

"مجھے سردی لگ رہی ہے۔" وہ ہلکے سے کہتے ہوئے بنا کسی کی طرف دیکھے' اپنے کمرے میں چلی گئی شوکت مرزا ابھی تک بہت دھیان کے ساتھ اسی طرف دیکھ رہے تھے' جہاں رومانہ کے کمرے کا دروازہ نظر آرہا تھا۔

"تم اندر جاؤ شوکت! کھانا بھی لگ جاتا ہے۔"

کاٹ دار سے لہجے میں انہوں نے' شوکت مرزا کا دھیان بٹایا' امید واثق تھی کہ وہ کچھ نہ کچھ شرمندہ تو ہوں گے' مگر وہ تو ایک ٹھنڈی سانس بھر کر محض مسکرا کر اندر کی طرف مڑ گئے۔

"ہونہہ۔ بازار سے روٹی لے آتا ہوں۔" بے زاری سے سعیدہ بیگم نے ان کی پیش کش کو یاد کر کے سر جھٹکا۔

"اس گھر کے مردوں کو کچھ زیادہ ہی دلچسپی ہو رہی ہے' اس نامراد رومانہ کے ساتھ۔" مارے غصے کے وہ خود روٹی پکانے کے لیے جا کھڑی ہوئیں۔

۞ ۞ ۞

"زمین سخت اور آسمان نامہربان۔"

معلوم نہیں کتنی دیر سے وہ کن کن سوچوں میں سے ڈوبی اور نکلی۔ کمرے میں مدہم بلب جل رہا تھا' رات ابھی زیادہ نہیں گزری تھی۔ گھر کے دیگر کمروں اور لاؤنج میں سب کی اپنی اپنی مزے دار سی مصروفیات جاری تھیں۔ رات گئے تک ٹی وی دیکھا جاتا' نیٹ پر الگ مصروفیات اور جو کچھ نہ ہو تو گپ شپ کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ۔

نانی عشاء کی نماز پڑھ کر تھوڑی دیر بڑی اماں کے

پاس پھر سے جا بیٹھتیں یا اگر تھکی ہوئی ہوتیں تو اپنے بستر میں آ لیٹتیں۔

آج سردی کی وجہ سے ان کا اٹھنے کو دل ہی نہیں چاہا تھا' رومانہ پاس ہی بیٹھی اخبار کے ساتھ آیا پچھلے ہفتے کا میگزین پڑھ رہی تھی۔ وہ رات کو کم ہی باہر نکلتی یا وہ کچھ پڑھ لیتی ورنہ سوچتی رہتی یا پھر دونوں کام ایک ساتھ جاری رہتے۔

"تانی!"

"ہوں۔" وہ کچھ غنودگی میں تھیں' رومانہ کے دو تین بار آواز دینے پر چونکیں۔

"تانی! ہماری زمینوں میں کچھ تو باقی ہوں گی وہاں گاؤں میں؟" کسی سوچ میں سے نکلتے ہوئے اس نے یہاں آنے کے بعد پہلی بار اس حوالے سے کوئی بات کی تھی۔

"نہیں' وہاں اب کیا رکھا ہے۔" ادھر سے صاف انکار آیا۔

رومانہ خاموش سی نگاہوں سے ان کے ڈھکے لپٹے وجود کی طرف دیکھتی رہی پھر ہلکے سے بولی۔

"کچھ تو ہو گا تانی! اچھا ہوا۔ کیا پتہ اگر صحیح طرح سے چھان بین کی جائے تو۔"

"ایک انچ بھی نہیں ہے۔ باقاعدہ لکھا پڑھی کر کے ہتھیائی ہیں تمہارے باپ کے خاندان والوں نے۔ نہ جانے کن کن کاغذات پر دستخط کروا کر لے جاتے رہے۔ وہ اپنے پڑوس والے ماسٹر شرافت کورٹ تک سے پتہ کر کے آئے تھے' ساری کارروائی سالوں پہلے مکمل ہو چکی تھی۔ ہاں ہمیں بالکل ہی نکال باہر کرنے کی چال اب چلی۔"

تانی نے اس کی طرف کروٹ لیتے ہوئے وہ ساری تفصیل سنائی جو اسے ازبر تھی۔

"وہ تو مجھے پتہ ہی ہے۔ میرا مطلب تو یہ تھا کہ شاید کوئی ایسی جائیداد رہ گئی ہو۔"

"ہے نا' وہ ایک کچا کوٹھا جس کی چھت ٹوٹ کر گر رہی تھی۔ کیوں دماغ کھا رہی ہے رومانہ! سو جا پھر سویرے اٹھنا ہے۔" تانی زچ ہو کر بولیں۔

رومانہ نے تھوڑا سا منہ بنا کر پھر سے اخبار سامنے پھیلا لیا۔ چند دن پہلے ایک اپنے حالات سے ملتی جلتی کہانی پڑھی تھی جس میں ہیروئن کو اچانک ہی انتہائی ناداری کی حالت میں دس روپے کے ٹکٹ پر بمپر پرائز مل جاتا ہے۔

تب ہی سے نہ جانے کیوں بار بار اسی قسم کے خیال آ رہے تھے۔

"کہانیوں کا بھی کچھ پتہ نہیں جس کو چاہے آسمان پر چڑھا دیا جسے چاہا زمین پر گرا دیا۔ امیر ہونے کے بھی دس نسخے 'انعام نہ ملا تو لائق فائق امیرزادہ ہی مل گیا۔'" نظریں میگزین پر جمائے' وہ کہانیوں سے بھی خفا ہونے لگی۔ "اور تقدیر میں کیا لکھا ہے' کسی کو بھی پتہ نہیں چلتا وقت سے پہلے' پر اس سے پہلے خوشی نہ سہی' خوشی کی امید تو ہو کم سے کم۔"

تکیہ پر سر رکھتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کیں تو شوکت مرزا کا چہرہ سامنے آ گیا' وہ اسی ذوق و شوق سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے جیسا کہ دیکھا کرتے تھے۔

"توبہ ہے۔" بہت گھبرا کر اس نے فوراً ہی آنکھیں کھول دیں۔

"اب کیا ہوا۔" تانی نے لحاف منہ تک ڈھکا ہونے کے باوجود اس کی بڑبڑاہٹ کو محسوس کیا تھا۔

"کچھ نہیں' سردی لگ رہی ہے۔" اسے فوری طور پر یہی بہانہ سوجھا۔

"یہاں آ جا میری بچی!" تانی نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے سے قریب کر لیا۔ "اس لحاف میں سردی نہیں رک رہی ہے۔ دیکھو کل بات کروں گی اگر کوئی لحاف رضائی پڑی ہو فالتو گھر میں۔" تانی کے لہجے میں تھکی تھکی سی امید تھی۔

رومانہ کی آنکھوں میں دفعتاً ہی آنسو جمع ہونے لگے۔

"نہیں تانی! اب ایسی بھی سردی نہیں ہے۔ ویسے بھی دو دو سویٹر اور نہ جانے کیا کیا پہنے ر... ہیں۔" بڑی مشکل سے وہ اپنے لہجے میں بشاشت لا...

میں کامیاب ہوئی تھی یا شاید نہیں ہوئی تھی۔

"اچھا بس شاباش اب سو جاؤ۔" تانی کا ہاتھ اس کا سر سہلا رہا تھا۔ رومانہ کو سکون سا ملنے لگا۔ ان کے کمزور سے وجود سے ممتا کی کیسی پیاری خوشبو اٹھتی تھی۔

وہ مزید ان میں گھس گئی۔ ساری پریشانی' اداسی' وقتی طور پر کہیں لحاف سے باہر ہی رہ گئی تھی۔ نیند کا نرم سا احساس آنکھوں میں خود بخود اترنے لگا۔

نہ شوکت مرزا یاد رہے اور نہ ان کی ڈراتی ہوئی آنکھیں۔ تانی سے لپٹ کر وہ یوں ہی بے خبر سویا کرتی تھی۔

☼ ☼ ☼

مہندی کی گھنی باڑھ کے پیچھے سے وہ تینوں ہی اسے آتی دکھائی دے گئی تھیں۔

غضب کا اتحاد تھا تینوں بہنوں میں۔

گھر میں بھی جہاں دکھائی دیتیں' ساتھ ہی دکھائی دیتیں۔ ایاز نے انہیں ابا کے کمرے کی کھڑکی سے اپنے گھر کی طرف آتے دیکھا تھا۔

سردیوں کی دھیمی دھیمی سی دھوپ ابھی شیشوں پر پڑی ہوئی تھی اور ابا کے کہنے پر وہ محض کھڑکی بند کرنے کے لیے اٹھا تھا۔

"کیا ہوا؟" ابا اسی کی طرف دیکھ رہے تھے' سو پوچھنے لگے۔

ایاز کو انہیں ان تینوں کی آمد کے بارے میں بتانا پڑا۔

"اچھا۔" وہ کچھ چپ سے ہو گئے۔

ایاز دوبارہ ان کے قریب رکھی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ ابا کا خیال تھا کہ وہ اب باہر چلا جائے گا مگر اس کا کوئی ارادہ نہیں لگتا تھا۔

انہیں تھوڑی سی حیرت بھی ہوئی۔

ایاز کی اپنی ان کزنز سے ہمیشہ بڑی دوستی رہی تھی اور اس کی متوقع شادی بھی مہ وش سے ہی انجام پانی تھی۔ یہ بات وہ اپنی بیگم سے بارہا سن چکے تھے اور ایاز کی خوشی کا سوچ کر اپنی رضامندی بھی دے چکے تھے مگر اب بیچ میں رومانہ کی وجہ سے تھوڑی سی بدمزگی پیدا ہوئی تھی۔ انہوں نے تو اس لڑکی کو ایک آدھ بار ہی دیکھا تھا مگر روشن ایاز کے رومانہ کی طرف "جھکاؤ" کا قصہ ان کے بھی گوش گزار کر چکی تھیں۔

آج اس وقت ایاز کو خاص کر انہوں نے اسی لیے بلایا تھا کہ اس سے فائنل بات کر کے اس کی اور مہ وش کی منگنی کا کوئی دن مخصوص کر لیا جائے۔ سو وہ بات انہوں نے ابھی چھیڑی ہی تھی۔

"ابھی اس ذکر کو رہنے دیں ابا! میں فی الحال منگنی شادی کرنے کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا۔"

"شادی نہ کرو' پر منگنی ہو جانے میں کیا حرج ہے؟" ان کے بار بار کہنے پر بھی جب وہ منع کیے گیا تو ابا کو حیرت بھری جھنجلاہٹ گھیرنے لگی۔

"مہ وش تو تمہیں پسند ہے پھر اعتراض کس بات پر ہے؟" انہیں جس طرح کہا گیا تھا انہوں نے اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے سوال بھی کیا۔

"مہ وش اچھی لڑکی ہے۔" یہ بات نہ جانے اس نے کتنی بار کہی تھی مگر آج اسے اپنے ہی الفاظ جھوٹے لگے۔

"اچھی ہے تو شادی پر کیا اعتراض ہے۔ تم اسے بہت عرصے سے پسند بھی کرتے آ رہے ہو۔"

وہ لمبی چوڑی بات کرنے کے عادی نہیں تھے' سو سامنے بیٹھے ایاز سے بھی یہی توقع کر رہے تھے مگر ایاز چند لمحے یوں ہی چپ چاپ سا بیٹھا رہا۔ ابا کی باتوں کی نفی ممکن نہیں تھی۔ چند ماہ پیشتر تک اسے سارے سرکل میں مہ وش ہی وہ واحد لڑکی دکھائی دیتی تھی جو اس کے لیے سب سے زیادہ سوٹ ایبل محسوس ہوتی تھی اور شاید اب بھی وہی تھی۔

اس نے خود کو یقین دلانا چاہا مگر ایک عجیب سا سونا پن دل میں پھیلتا ہوا محسوس ہوا۔

"کیا وہ کوئی بہت ہی کنفیوز قسم کا انسان بنتا جا رہا ہے۔" اس جیسے پُراعتماد انسان کے لیے یہ بہت

شرمندگی والی بات تھی۔ سو وہ اسے جھکتے ہوئے ذرا پُرزور لہجے میں بولا۔
"ابھی رہنے دیں ابا! اس ذکر کو۔ بس سمجھ لیں کہ میں اس سارے چکر میں پڑنا نہیں چاہتا ہوں۔"
"کہیں اس کی وجہ رومانہ تو نہیں؟ یہی نام ہے نا اس لڑکی کا۔" ایاز کے چہرے کو بہت غور سے دیکھتے ہوئے انہوں نے وہی بات پوچھ لی جو وہ اپنی بیگم سے سن رہے تھے۔
"حد ہے تمہاری امی نے آپ کو بھی نہیں چھوڑا۔ میری طرف سے بدگمان کر ہی دیا۔"
وہ ابا سے بے تکلف تھا' سو اس غیر متوقع بات پر ہنس پڑا مگر وہ مسکرائے تک نہیں۔
"میں جو بات پوچھ رہا ہوں' اس کا جواب دو۔"
"نہیں' ایسی کوئی بھی بات نہیں ہے۔ بالکل بھی۔" ان کا موڈ دیکھ کر اسے بھی سنجیدہ ہونا پڑا اور اس کا لہجہ بالکل حتمی تھا۔
"اچھی طرح سوچ لو' بعض اوقات انسان خود اپنے آپ پر بھی عیاں نہیں ہو پاتا ہے۔ بہت بعد میں جا کر پتہ چلتا ہے اسے اپنے بارے میں بھی۔" ان کی پُرسوچ نگاہ ایاز کے چہرے پر کچھ ڈھونڈ نکالنے کی فکر میں تھی۔
"نہیں ابا! میرے ساتھ کم از کم ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مجھے رومانہ سے ہمدردی ہے' بے حد ہمدردی اور ایسی ہمدردی کسی بھی حساس شخص کو ہو سکتی ہے' جو ان لوگوں کے حالات سے واقف ہو مگر اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ آپ میرا یقین کریں۔"
اس کے الفاظ اور آنکھوں سے سچائی جھلک رہی تھی' انہیں یقین کرنا ہی پڑا۔
"تو میاں!" ایک گہرا سانس لیتے ہوئے انہوں نے سر کو کرسی کی پشت سے ٹکایا۔ "پھر اس بے چاری لڑکی کے ساتھ تم نے ایک طرح سے ظلم ہی کیا۔ پہلے ہی اس کی زندگی کون سی آسان ہے' تمہاری اس "ہمدردی" پر۔" انہوں نے رک کر لفظ "ہمدردی" پر زور دیا۔
"تو اس کا جینا بالکل ہی حرام ہو کر رہ گیا ہو گا۔ تم تو یہاں اپنے گھر میں بیٹھے ہو' تھوڑا بہت کچھ کہا بھی تو تمہاری امی نے۔ وہ غریب تو چوبیس گھنٹے ان لوگوں کے نشانے کی زد پر ہے۔ کبھی اس بارے میں بھی سوچا تم نے؟"
ایاز سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔
دونوں ممانیاں' مہ وش' سحرش' بینش' سب ہی کی سب نازک مزاج بھی تھیں اور اس نسبت سے تیز مزاج بھی۔
ابا نے جو کچھ بھی کہا تھا' اس کا بآسانی تصور کیا جا سکتا تھا۔
"کیا فائدہ ایسے اچھے عمل کا جو دوسرے کے لیے تکلیف میں اضافے کا سبب بن جائے' تم وہاں جا کر چند لمحوں کی زبانی ہمدردی کر کے کیوں ان کے اس ٹھکانے کو بھی ختم کرنا چاہتے ہو۔"
ابا کا لہجہ بتدریج تلخ ہو رہا تھا۔
ایاز نے پہلی بار رومانہ کے حوالے سے دل میں شرمندگی سی محسوس کی۔
محض تھوڑی سی توجہ سے اسے نواز کر' وہ اس کا کیا بھلا کر پایا تھا۔
"زندگی کے معاملات بہت نازک ہوتے ہیں' مگر عموماً" کچھ بھی خیال کیے بغیر' جو چاہے کہہ لیا جاتا ہے اور جو چاہے فرض کر لیا جاتا ہے' دوسرے کی ذات کس بری طرح زد پر آتی ہے' بلا سے آتی رہے مگر میں تم سے ایسی امید نہیں رکھتا ہوں' کم سے کم' کسی کا بھلا کر سکتے ہو تو ضرور کرو ورنہ خاموش رہو' ہونے دو جو ہو رہا ہے' خدا سب کا ہے' اس بے چاری لڑکی کا بھی خدا نے کچھ طے کر ہی رکھا ہو گا۔"
ان کے لہجے کی سچائی' الفاظ کو پُراثر بناتی تھی' جو بات روشن غصہ اور طنز سے دوہراتی تھیں' وہی سعیدہ بیگم اور ان کی بیٹیوں کے لہجے میں بھی چبھن پیدا کیے ہوئے تھی۔
ایاز کو سن کر اور بھی چڑ اور بھی ضد سی ہوتی رہی تھی' مگر اس وقت ابا کی کہی بات دل میں پوری طرح اتری تھی۔

غلطی واقعی اس کی تھی۔
رومانہ بے چاری تو بے حد ریزرو رہا کرتی تھی' وہی اسے بار بار پوچھتا' اہمیت دیتا چلا آ رہا تھا۔ کبھی لان میں کھڑی ہوتی تو ہاتھ ہلا دیتا' کبھی خاص طور پر اس کی بنائی کسی چیز کی تعریف کر دیتا' صرف اسے تھوڑا سا خوش کر دینے کے لیے' یہ جانے بغیر کہ آدھی ادھوری خوشی کو ہمیشہ بڑی قیمت درکار ہوتی ہے۔
ابا کے کمرے سے وہ آئندہ کے لیے محتاط رہنے کا عزم لے کر اٹھا تھا اور رومانہ کے لیے ابا نے بڑا ہی اچھا مشورہ دیا تھا۔
"ہو سکے تو اس کے لیے کوئی مناسب سی جاب کا بندوبست کر دو' یا پھر کوئی ایسی کام آنے والی ٹریننگ' جس سے وہ اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکے' معاشی خود انحصاری بھی انسان کی زندگی میں بڑا بدلاؤ لاتی ہے' رومانہ کے لیے بھی لائے گی ان شاء اللہ۔"
ایاز کو کندھوں پر سے کوئی بوجھ سا اترتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔
"کاش ایسا ہی ممکن ہو۔" اس کے ہونٹوں پر ایک مطمئن سی مسکراہٹ دوڑنے لگی۔
ان کے کمرے سے سب کے زور زور سے بولنے کی آواز آ رہی تھی' جب وہ ساری کی ساری جمع ہوتی تھیں تو یہ کوئی خلاف معمول بات نہیں ہوتی تھی۔
حالانکہ ایاز نے کوئی ایسا خاص دھیان بھی نہیں دیا' پھر بھی نادرہ ممانی اور شوکت ماموں کا نام اس کے کانوں میں پڑ ہی گیا۔
شاید کوئی آپس کا جھگڑا ہوا تھا۔
ایاز نے تو یہی قیاس کیا "چلو کم از کم کچھ دیر کے لیے ہی سہی' بے چاری رومانہ تو موضوعِ گفتگو بننے سے بچی تھی۔"
ایاز ہلکے سے ہنس پڑا' گھر والوں کی ذہنی سطح کا صحیح اندازہ اسے ان ہی دنوں میں ہوا تھا۔
اپنے کمرے کی ڈریسنگ ٹیبل کے آگے کھڑے ہو کر اس نے خود کو غور سے دیکھا۔ اپنے بارے میں اسے کوئی خوش فہمی تھی نہ ہی کوئی احساس برتری' زندگی یوں ہی سادگی اور سادہ دلی کے ساتھ گزرتی چلی آئی تھی' پڑھائی کے زمانے سے لے کر اب تک کئی لڑکیوں نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا' مگر بس رسمی سی دعا سلام سے آگے کا کوئی بھی تعلق نہیں تھا' صرف مہ وش ہی تھی جس کے بارے میں کچھ عرصے سے' وہ تھوڑا تھوڑا اپنے لیے مشکوک سا ہو رہا تھا۔
معلوم نہیں قصور اس کے دل کا تھا یا مہ وش ہی اتنی ہتھیار بند ثابت ہو رہی تھی۔
اور یہ لڑکی رومانہ سامنے شیشے میں ایک عکس سا ابھرا۔
عام سے نقش و نگار والی' سادہ سی لڑکی جو کسی بھیڑ کا حصہ بن جائے تو الگ سے دکھائی بھی نہ دے۔
وہ چند لمحے یوں ہی سامنے دیکھے گیا اور پھر ایک گہری سانس لیتے ہوئے شیشے کے سامنے سے ہٹ گیا۔
باہر سے اس کے نام کی پکار پڑ رہی تھی۔ امی وغیرہ کمرے سے نکل کر باہر لاؤنج میں آ بیٹھی تھیں۔
"تم کہاں اندر گھسے ہوئے ہو' باہر آ کر بیٹھو سب کے ساتھ' تاکہ تمہیں بھی دنیا کی کچھ خبر ہو۔" امی کا کیا گیا طنز اس کی سمجھ میں فوری طور پر آیا بھی نہیں۔
"دنیا کی خبر ملنے کے ذریعے دوسرے ہیں امی' ٹی وی' اخبار' نیٹ.....!"
سحرش زور سے ہنس پڑی' وہ چھوٹی تھی سو اسی حساب سے ہنستی بھی زیادہ ہی تھی۔
سعیدہ بیگم اور دونوں بڑی بہنوں نے اسے بیک وقت گھور کر دیکھا تو وہ بمشکل ہی اپنی ہنسی ضبط کر سکی۔
ایاز کو تب ہی ماحول کی گہری سنجیدگی کا احساس ہوا۔
"کیا ہوا' خیریت تو ہے؟" وہ ذرا سنبھل کر بیٹھا۔
"نادرہ چلی گئی ہے' اپنی ماں کے گھر۔" بنا کسی مزید سسپنس کے سعیدہ بیگم نے بریکنگ نیوز فوراً ہی سنا ڈالی۔
"نادرہ ممانی! وہ کیوں چلی گئیں؟" بڑی ناقابل یقین سی بات تھی۔
"شوکت سے بہت زبردست لڑائی ہوئی تھی اس کی' بڑی اماں نے بہت روکنا چاہا۔ مگر نادرہ نے ان کی بھی

"نہیں نی، جیبی منگوا کر چلی گئیں۔" روشن تاسف سے ایاز کو تفصیل بتانے لگیں۔ بیچ بیچ میں جملہ حاضرین بھی لقمہ دینے میں پیچھے نہیں تھے۔ "کس نے کیا کہا، زیادتی دونوں میں سے کس کی تھی؟" وغیرہ وغیرہ۔

ایاز حیران پریشان سا ہوا، کبھی ایک کی طرف دیکھتا اور کبھی دوسرے کی طرف۔ نادرہ ممانی اور شوکت ماموں کا جوڑا اس کی نگاہ میں مثالی تھا، کوئی اولاد نہ ہونے کے باوجود بھی وہ دونوں اس محرومی کا اشارتاً بھی کسی کے سامنے ملال ظاہر نہیں کرتے تھے مگر صورت حال اب یکسر مختلف تھی۔

"معلوم نہیں شوکت چاہ کیا رہا ہے، اصل میں کچھ نہ کچھ تو دال میں کالا ہے ہی۔"

کوئی بھی لڑائی کو میاں بیوی کے درمیان ہونے والی معمول کی بات سمجھنے کو تیار نہیں تھا۔ کئی دن اسی ٹینشن میں نکل گئے۔

نادرہ کو لینے یہاں سے کوئی بھی نہیں جا سکا تھا۔ شوکت نہ تو خود جانے پر راضی ہوتے اور نہ ہی کسی اور کو جانے دیتے۔

بڑی اماں سب سے زیادہ پریشان تھیں۔ اب تک گھر کے جڑے سارے ہی رشتے، بالکل ٹھیک ٹھاک طریقے سے چلتے آ رہے تھے، اب معلوم نہیں کس کی نظر لگی تھی۔

شوکت مرزا سے حتمی بات کرنے کے لیے اس روز سب ہی پہلے سے طے شدہ پروگرام کے تحت انہیں گھیر کر بیٹھے۔

"بڑی اماں، بڑے بھائی، بھابھی اور روشن آرا" شوکت مرزا کو جان چھڑانی مشکل ہو گئی۔ سب کا اصرار جب تلخی میں بدلنے لگا تو انہیں لگا کہ دل میں چھپا راز افشا کرنے کا یہی سب سے بہترین وقت ہے۔

"نادرہ کو تو ہم واپس لانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے ہیں اماں! آپ ہماری دوسری شادی کر دیں۔"

پہلے بھی وہ ایسی بات منہ سے نکالتے تو گھر والوں کو شاید اپنے کانوں پر یقین نہیں آتا، مگر اب سب ہی ایک دوسرے کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھ کر رہ گئے۔

"ہمیں پہلے ہی پتا تھا۔"

"اس عورت نے ہماری زندگی عذاب کر دی ہے، وہمی، شکی، جھگڑالو، سترہ سال ہو گئے ہیں مجھے اسے جھیلتے ہوئے، اوپر سے کوئی اولاد بھی نہیں، آخر میں بھی انسان ہوں، میرا بھی کوئی بچہ ہوتا تو آج کتنا بڑا ہوتا۔"

نادرہ ممانی کے سارے قصور گنوا کر انہوں نے ان کا سب سے ناقابل معافی گناہ بیان کیا جو معلوم نہیں ان کا تھا بھی یا نہیں۔

"یہ تو سب قدرت کا کھیل ہے، نادرہ بے چاری کا کیا قصور ہے اس میں۔"

بڑی اماں کی آواز میں اب شکست خوردگی کی جھلک تھی۔

شوکت مرزا خود مختار تھے، اپنے لیے کوئی بھی فیصلہ کرنے کے لیے انہیں کسی کی بھی رضامندی کی ضرورت نہیں تھی، کوئی خلاف شرع بات بھی نہیں تھی۔

دوسری شادی ان کا حق تھی۔ مزاحمت نے بڑی جلدی دم توڑا۔

"رومانہ مناسب لڑکی ہے، آپ کسی بھی جمعہ کو سادگی کے ساتھ ہمارا نکاح پڑھوا دیجیے، اگر نادرہ یہاں آنا چاہیں گی تو اس کے ساتھ آسانی سے رہ سکتی ہیں۔"

وہ سب کچھ طے کیے بیٹھے تھے اور حیرت کی بات تھی کہ کسی کو بھی اب ان کی بات اتنی غیر مناسب نہیں لگی۔

دل ہی دل میں ان سے تھوڑا تھوڑا سب ہی متفق ہو رہے تھے۔

"وہ کچھ غلط تو نہیں کہتا غریب، سب ہی کے دل میں ارمان ہوتا ہے اپنی اولاد کو دیکھنے کا۔"

سب سے پہلے سعیدہ بیگم نے ہی اٹھتے بیٹھتے بولنا شروع کیا، نادرہ سے ویسے بھی ان کی کوئی خاص نہیں بنی تھی۔ دیورانی، جٹھانی والا وہی گھسا پٹا سا بیر شروع سے موجود تھا۔ پھر یہ بھی تھا کہ رومانہ جیسی دیو اور کام کی لڑکی اسی صورت گھر میں ہمیشہ کے لیے رہ سکتی تھی۔

مہ وش نے سنا تو ہنستے ہنستے اس کی آنکھوں میں پانی بہنے لگا۔

"ہائے امی کیسا لگے گا جب ہم رومانہ کو رومانہ چچی کہیں گے، شوکت چچا نے دلہن تو اچھی ڈھونڈلی ہے اپنے لیے۔"

ان سب کے ہاتھ ایک اچھا مذاق آیا تھا۔ دوسروں پر بس آسانی کے ساتھ ہنسا جا سکتا ہے۔ وہ سب ہی ہنسیں۔

بڑی اماں ابھی تک ہچکچاہٹ کا شکار تھیں، اسی لیے بی ہرمزی سے بات نہیں کر پا رہی تھیں، حالانکہ ان کی طرف سے کوئی خدشہ نہیں تھا، انہیں تو ہنسی خوشی راضی ہو جانا تھا، مگر بس خود ہی! ابھی رومانہ کی کم عمری کا خیال آتا تو کبھی نادرہ کے رنج کا، مگر ساتھ ساتھ ایک اور بھی کمی کا احساس ہو رہا تھا۔

بڑے بیٹے کے تین بیٹیاں ہی تھیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انہیں ان تینوں سے بے پناہ محبت تھی۔ مگر پھر بھی دل میں پوتے کی خواہش تو ان کے بھی تھی۔

"کیا خبر شوکت کی شادی کر کے، یہ نعمت بھی حاصل ہو جائے۔" بہت پُرامید سی ہو کر وہ حتمی فیصلے پر پہنچ ہی گئیں۔

☼ ☼ ☼

"کیا کہہ رہی ہیں آپ!" سر کو ہلکا سا جھٹک کر ایاز نے بڑی اماں کی طرف دیکھا۔ اسے ایسا لگا تھا جیسے وہ سننے میں کچھ غلطی کر گیا ہے۔

"تھوڑی سی عجیب تو ہے، مگر زمانے میں دوسری شادیاں ہوتی ہی آ رہی ہیں، شوکت کے پاس تو ایک بڑی معقول وجہ بھی ہے، اسے کیسے منع کیا جا سکتا ہے۔" بڑی اماں پچھلے کئی دن سے جو دلائل خود اپنے آپ کو دے رہی تھیں وہی اسے بھی دینا شروع ہو گئیں۔ "عمر میں تھوڑا سا فرق ضرور ہے مگر اس سے زیادہ بھی ہوتا ہے، خود تمہاری ماں اور باپ میں پورے۔۔۔"

"رومانہ انہیں شوکت ماموں کہتی ہے بڑی اماں! آپ یہ تو دیکھیں۔"

بڑی درد بھری حیرت تھی، جو گھیرے لیے جا رہی تھی۔

"صرف کہہ دینے سے کوئی ماموں چچا نہیں بن جاتے۔" بڑی اماں کے لہجے میں ہلکی سی ناگواری ابھرنے لگی۔ "اور پھر اچھا ہے لڑکی کا کوئی اپنا ٹھکانہ بن جائے، یہاں نوکروں کی طرح جتے رہنے سے کہیں بہتر ہے کہ مالکوں کی طرح راج کرے، ہرمزی تو بہت خوش ہیں، اٹھتے بیٹھتے دعائیں دے رہی ہیں۔"

"ظاہر ہے انہیں تو بوجھ پھینکنا ہی ہے۔ کہیں بھی سہی۔"

"بدتمیزی مت کرو، یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔" بڑی اماں کو واقعی غصہ آ گیا۔

ایاز پندرہ دن بعد لاہور سے آیا تھا اور اپنے گھر پر تالا دیکھ کر سیدھا ان کے پاس چلا آیا تھا، یہ خبر اسے یہیں آ کر ملی تھی۔

بیڈ پر خوش رنگ کپڑوں کا ڈھیر تھا اور اب جب وہ اچھی خاصی مطمئن ہو کر اس سادگی سے ہونے والی شادی کی تھوڑی سی تیاری کر لینا چاہ رہی تھیں، ایاز نے بے کار کی بدمزگی پھیلانا شروع کر دی۔

تب ہی مہ وش اندر چلی آئی، اس نے ایاز کو آتا دیکھ لیا تھا، مگر فوری طور پر پیچھے پیچھے آنا مصلحت کے خلاف تھا، سو دس پندرہ منٹ گزار کر آئی تھی۔

"تمہارے لیے کھانا منگواؤں یا چائے؟" بڑی اماں نے موضوع بدلا۔

"کچھ نہیں۔"

"جاؤ چائے بنا لاؤ مہ وش!" اس کے انکار کو نظر انداز کر کے، بڑی اماں نے مہ وش کو مخاطب کیا، مگر وہ بری طرح چڑ گیا۔

"مجھے نہیں پینی چائے وائے، کر تو رہا ہوں منع۔"

"رہنے دیں نا بڑی اماں! انہیں دل چاہ رہا ہو گا۔" مہ وش کی مسکراہٹ بڑا مزہ لینے والی تھی۔ "کتنے پیارے کپڑے ہیں، کہاں چھپا کر رکھے تھے آپ نے۔"

کن انکھیوں سے ایاز کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے سامنے رکھے ایک بنارسی سوٹ کو کھول کر پھیلایا۔

"رومانہ چچی پر تو بہت اچھا لگے گا۔" لفظ چچی پر زور دیتے ہوئے اس کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی تھی، ایاز کے ضبط کی حد بھی بس یہیں تک تھی۔

"شٹ اپ! بے ہودگی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے مہ وش!" وہ اتنی زور سے چلایا کہ فوری طور پر تو کوئی بھی کچھ نہیں کہہ سکا۔ "مذاق سمجھا ہے کسی جیتے جاگتے انسان کو، ذرا بھی خدا خوفی تم میں ہے یا نہیں۔"

اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور وہ اتنا غصے میں تھا کہ بڑی اماں بھی دہل گئی تھیں۔

"تم تم اتنی گری ہوئی لڑکی ہو کہ۔۔۔!" ایاز کو لگا کہ جیسے وہ خود پر بالکل ہی کنٹرول کھوتا جا رہا ہے، سو اپنی بات کو ادھورا چھوڑ کر وہ تیزی سے کمرے سے نکل آیا۔

کمرے کا دروازہ بالکل غیر ارادی طور پر اس نے بہت زور سے بند کیا تھا۔

تیز قدموں سے وہ بیرونی دروازے کی طرف جا رہا تھا کہ دفعتاً ہی ٹھٹکا۔ سامنے کوریڈور میں سے رومانہ اور نانی ہرمزی آ رہی تھیں، رومانہ کے دونوں ہاتھوں میں وہی مختصر سا اسباب تھا، جو اس نے پہلے دن دیکھا تھا، جب وہ ان لوگوں کو لینے اسٹیشن پر گیا تھا، چھوٹا سا سوٹ کیس اور ایک پرانا سا بستر بند۔

تھی تو بدتمیزی، مگر پہلی بار اس کا نانی ہرمزی کو سلام بھی کرنے کو دل نہ چاہا۔

"یہ سب کیا ہے؟" اس وقت بھی اس کی آواز اونچی ہی تھی اور وہ براہ راست رومانہ سے ہی مخاطب تھا۔

نانی ہرمزی، چادر کے پلّو سے آنکھیں خشک کرتے ہوئے بڑی اماں کے کمرے کی طرف چلی گئیں۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں رومانہ! کہاں جا رہی ہو تم؟"

رومانہ کی آنکھوں میں ہلکی سی حیرت ابھری۔ اسے ایاز کے اس طرح عین سر پر کھڑے ہو کر جواب طلبی کی توقع نہیں تھی۔ مگر یہاں ایک وہی تھا جو جب بھی ملتا، ایک مہربان سے احساس کے ساتھ، سو اس کی یہ جسارت معاف کی جا سکتی تھی۔

"مجھے ایک ادارے میں جاب مل گئی ہے، وہ لوگ ساتھ ہی ٹریننگ بھی دیں گے، خالو نے بات کر کے وہیں ایک کمرے کا انتظام بھی کروا دیا ہے، میں اور نانی آرام سے رہ سکتے ہیں!" اس کے چہرے پر بڑا ہی گہرا اطمینان تھا، آج پہلی بار وہ بالکل مختلف لگ رہی تھی۔

اس روز جب پہلی بار ایاز نے اسے اسٹیشن پر دیکھا تھا۔ اس وقت سے لے کر اس گھر میں قیام تک ہمیشہ ہی ایک گہری بے بسی جو اس کا احاطہ کیے رکھتی تھی، اس وقت اس کا نشان تک نہیں تھا۔

اعتماد سے سر اٹھا کے بہت پُراعتماد سی۔

"مگر اس طرح اکیلے کیسے رہو گی تم، بہت مشکل ہوتی ہے جب۔۔۔!" ایاز کا سارا غصہ پریشانی میں بدل رہا تھا۔ مگر رومانہ کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"مشکل کہاں نہیں ہوتی، مگر اسے آسان کرنے کی کوشش تو کرنی چاہیے تاکہ اسے تقدیر کا لکھا سمجھ کر اپنے ہاتھوں اپنا چہرہ اتنا مسخ کر لیا جائے کہ کل کو صورت بھی نہ پہچانی جائے، ہمت پہلا قدم اٹھانے کی ہونی چاہیے خدا اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔" ایاز کے چہرے پر نگاہیں جمائے، وہ دھیمی آواز میں کہہ گئی۔

اچانک ہی اطراف کا شور بڑھنے لگا تھا۔ سب ہی اپنے اپنے کمروں سے نکل آئے تھے۔

"یہ کیا طریقہ ہے، اس طرح دھوکہ دیا جاتا ہے کیا۔" سعیدہ بیگم کی آواز سب سے بلند تھی۔

"اتنی سی لڑکی اور خود سری دیکھو۔"

"نوکری کا تو بہانہ ہے، اصل میں کوئی اور انتظام کر رکھا ہو گا، نوکری کے قابل ہوتی تو یہاں برتن نہیں مانجھ رہی ہوتی۔"

ایاز کو گری سے گری بات سن کر بھی حیرت نہیں ہو رہی تھی۔

یہاں اور توقع بھی کیا کی جا سکتی تھی؟

نانی بار بار ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ رہی تھیں، معلوم نہیں کس بات کی۔

"آ جاؤ رومانہ بیٹی دیر ہو رہی ہے۔" عقب سے ابا کی آواز سن کر سب سے پہلے ایاز نے مڑ کر دیکھا وہ داخلی دروازے میں کھڑے تھے اور ساتھ میں روشن امی بھی۔

"آ جاؤ، ہم پہلے ہی لیٹ ہو چکے ہیں ایاز۔" انہوں نے اس کی طرف دیکھا۔ "یہ سامان میری گاڑی میں رکھ دو۔"

بنا کچھ کہے اس نے رومانہ کے ہاتھ سے سامان لیا، اور باہر نکل آیا۔

ابا بہت جلدی میں تھے۔

نانی ہرمزی کو اپنی خطائیں بخشوانے کا موقع بھی نہیں مل سکا، ایاز سمجھ رہا تھا کہ ابا شاید اسے بھی ساتھ چلنے کو کہیں، مگر ان کا ایسا بھی کوئی ارادہ نہیں تھا۔

چھوٹی سی گاڑی کو گیٹ سے نکلنے میں محض چند ہی لمحے لگے تھے۔

"کتنی بدذات لڑکی تھی، ایک شریف گھرانے میں کہاں گزارا ہو سکتا ہے ایسیوں کا، میں تو کہتی ہوں ہمیں شکر کرنا چاہیے، ورنہ شوکت کی زندگی تو برباد ہی ہو جانی تھی۔" سعیدہ بیگم دونوں ہاتھ اٹھا کر شکر ادا کر رہی تھیں۔

ایاز کے لبوں پر ایک دکھ بھری مسکراہٹ آ ٹھہری "یہ کھسیائے ہوئے لوگ۔"

اس کی نگاہ یوں ہی اوپر اٹھی تو اسے شوکت ماموں

اپنے کمرے کی کھڑکی سے جھانکتے ہوئے، دکھائی دیے۔ ایاز سے نگاہ ملی تو جلدی سے پیچھے ہٹ گئے۔ ایاز کو حلق میں سخت کڑواہٹ کا سا احساس ہوا تھا۔



پچھلی رات کی گہری خاموشی ماحول پر چھائی ہوئی تھی۔

وہ بڑی دیر سے ابا کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کسی کسی دن وہ دونوں یوں ہی باتیں کیے جاتے تھے بہت لمبی۔

"ہمیشہ یاد رکھو، کسی کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہو تو اس کے صحیح راستے کا پتہ دو، منزل کا سراغ وہ خود پالے گا۔" انہوں نے ابھی ابھی کہا تھا۔

وہ کوئی بات یوں ہی نہیں کہتے تھے ایاز جانتا تھا اور جب سے انہوں نے رومانہ کے سر پر دست شفقت رکھ کر اس کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا تھا، اسے خود اپنے اوپر فخر ہوتا تھا کہ وہ ان جیسے انسان کا بیٹا ہے۔

"رومانہ بہت باصلاحیت بچی ہے، انتہائی نامساعد حالات میں بھی وہ بی اے کر چکی تھی، اس کے لیے جاب کے ساتھ آگے پڑھ لینا بھی مشکل نہیں ہو گا۔"

ابا بہت باقاعدگی سے رومانہ سے ملنے جاتے تھے، کبھی کبھی ایاز بھی ساتھ چلا جاتا تھا۔

"رومانہ کے لیے کچھ اور بھی تو کیا جا سکتا تھا ابا!" کچھ جھجکتے ہوئے وہ کہہ بیٹھا۔

"مثلاً؟" انہوں نے بغور اس کی طرف دیکھا۔

"ایک بار آپ نے پہلے بھی پوچھا تھا، جب شاید میں غلطی پر تھا، اسی لیے منع کر گیا تھا۔" کچھ جھینپتے ہوئے اس نے انہیں کچھ یاد دلانا چاہا۔

"تم اب بھی غلطی پر ہو۔" وہ ہلکے سے مسکرائے۔

"نہیں ابا! میں واقعی اسے پسند کرتا ہوں، مہ وش کے لیے تو میں نے امی کو بہت دن ہوئے صاف منع کر دیا ہے۔" تھوڑا سا گڑبڑاتے ہوئے اس نے جلدی سے صفائی پیش کرنا چاہی، مگر وہ مستقل ہی نفی میں سر ہلائے گئے۔

"ہمدردی کی ایک اور صورت! تمہیں ابھی بھی نہیں پتہ کہ تم اسے واقعی پسند کرتے ہو، یا یہ بھی ہمدردی کی حد سے بڑھی ہوئی صورت ہے اور ایسے فیصلے ہمدردی کے طور پر نہیں کیے جاتے، ان میں احساس جھلکنا چاہیے، احسان نہیں۔"

وہ شاید ابھی بھی اس کا اعتبار نہیں کر پا رہے تھے۔ ایاز نے بے بسی سے ان کی طرف دیکھا۔

"کچھ دن بعد آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ اب میں کتنا سیریس ہوں! آ" وہ کچھ خفگی سے ان سے نگاہیں چراتے ہوئے بولا۔

ابا ہلکے سے ہنس دیے۔

"جس دن بھی ایسا ہوا، وہ دن میرے لیے بہت بڑی خوشی کا ہو گا۔" اپنی بات کہتے کہتے وہ ذرا رکے، "مگر ابھی تم سے اتنا ضرور کہوں گا کہ رومانہ نے بہت گھٹن سہی ہے، اب اس تک تازہ ہوا آنے دو، اسے اس بات کا یقین کر لینے دو کہ اس کے قدموں تلے بچھی زمین نے اس کے پیر مضبوطی سے تھام رکھے ہیں اور اس پر کھلنے والا آسمان مہربان ہے، اس یقین کے ساتھ جب وہ تمہاری زندگی میں آئے گی تو تمہارے لیے اللہ کا بہترین تحفہ ثابت ہو گی، اگر جب تک تمہارے خیالات نہ بدلے تو..."

بات کے اختتام پر انہوں نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"ابا پلیز!"

ایاز نے جھنجھلا کر ان کی طرف دیکھا تو وہ بہت زور سے ہنس دیے۔

